فقہ جعفریہ کی
تاریخی سرگذشت

اس فقہ کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت امام جعفرؒ کے ساتھ منسوب ہے۔ جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ امام جعفرؒ نے یا ان کے عہد میں یا ان کی زیرِ نگرانی اس کی تدوین ہوئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی درست نہیں۔ امام جعفرؒ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ تاریخ سے کوئی نشان نہیں ملتا کہ ان کی وفات تک اس فقہ کی کسی قسم کی تدوین ہوئی ہو، دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے جو روایات بیان کیں انہیں فقہی ابواب کے تحت ان کی وفات تک جمع کر لیا گیا ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت بھی تاریخ سے نہیں ملتا فقہ جعفریہ سے منسوب چار بنیادی کتابیں ہیں جنہیں صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ اور اس فقہ کی یہی بنیادی اور اہم کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ مگر ۱۴۸ھ چھوڑ صدیوں بعد تک ان کا نشان نہیں ملتا جس کی تفصیل یہ ہے۔

① **الکافی** :۔ ابوجعفر کلینی کی تصنیف ہے اور فقہ جعفریہ کی سب سے پہلی کتاب ہے کلینی کا سنِ وفات ۳۲۹ھ ہے یعنی امام جعفرؒ کے قریباً ایک سو اسّی برس۔

② **من لایحضرہ الفقیہ** :۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی کی تصنیف ہے جو ۳۸۱ھ میں فوت ہوا یعنی امام جعفرؒ کے تقریباً سوا دو سو سال بعد۔

③ **تہذیب الاحکام** ④ **الاستبصار** یہ دونوں محمد بن حسن طوسی کی تصانیف ہیں جس کا سن وفات ۴۶۰ھ ہے یعنی امام جعفرؒ کے ۳۱۲ برس بعد۔

تاریخی ادوار کے اعتبار سے ان کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ الکافی اس وقت لکھی گئی جب خلفائے عباسیہ کے اکیسویں خلیفہ المتقی باللہ کا دور تھا اور آخری کتاب کے مصنف کا سن وفات بتاتا ہے کہ اس وقت خلفائے عباسیہ کے چھبیسویں[۲۶] خلیفہ القائم بامر اللہ

کا دورِ خلافت تھا اور یہ کہ پانچویں صدی ہجری کے اخیر تک تو فقہ جعفریہ منصۂ شہود پہ ہی نہیں آئی تھی لہٰذا اس کے کہیں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر مصر میں عباسی خلافت مستنصر باللہ ۶۵۹ھ سے متوکل علی اللہ ثالث ۹۲۳ھ تک رہی وہاں بھی اس فقہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

پھر ترکان عثمانی کی خلافت عثمان خان اول ۱۲۸۸ھ سے ۱۹۲۴ء تک رہی۔ مصطفےٰ کمال نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس عرصہ میں بھی فقہ جعفریہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ادھر اس برِ عظیم میں محمد غوری ۱۱۹۳ء سے لے کر آخری مغل بادشاہ تک کسی وقت بھی اس فقہ کے رائج یا نافذ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مختصر یہ کہ کسی اسلامی حکومت نے کسی دور میں بھی فقہ جعفریہ کو اپنے دستور یا قانون میں جگہ نہیں دی۔ مگر جب یہ اسلامی فقہ ہی نہیں تو بھلا کوئی مسلمان حکمران اسے اپنانے کی جرأت کیسے کر سکتا تھا۔ چونکہ یہ فقہ اس عنوان سے اسلام کے خلاف ایک سیاسی تحریک ہے تو اس کے نفاذ کا تصور بھی کوئی مسلمان حکمران نہیں کر سکتا آپ آئندہ صفحات میں اس کے سیاسی خدوخال ملاحظہ فرمائیں۔

اس تحریک کا سیاسی پس منظر

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت اسلام کو جس مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہ قریشِ مکہ کی مجموعی طاقت تھی۔ اس لیے مادی اعتبار سے اسلام کے مخالف کیمپ میں قریش ہی کھڑے نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی حیثیت محض اعضاء و جوارح کی تھی اس تحریک کا دماغ اور اس کی منصوبہ بندی یہودِ مدینہ کی سازش تھی۔ جنہیں اپنی کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں صاف نظر آتا تھا۔ کہ اسلام کی بالادستی سے ان کے وقار کو دھچکا ہی نہیں لگے گا بلکہ ختم ہو کے رہ جائے گا۔ اس لیے مکہ میں قریش کے ہاتھ سے جو کچھ ہوتا تھا اس کی ڈور یہود مدینہ کے ہاتھ میں تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی

میں یہود زیر زمین کام کرتے رہے۔

(۲) ہجرت کے بعد اسلام کو براہِ راست یہود کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جو عرب میں علمی اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے اپنی برتری کا لوہا منوا چکے تھے۔ یہود نے حضور اکرم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی میں اسلام کی دعوت کو دباتے کے لیے ہر امکانی کوشش کر ڈالی میثاق مدینہ ان کے احساس برتری پر ایک واضح اور مہلک چوٹ تھی۔ لہٰذا انہوں نے ہر ایسے نازک موقع سے جب بھی مسلمان مصائب میں گھرے۔ فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کی، یہود کی مخالفت اور ان کی سازشوں کی اہمیت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان بالکل قریش مکہ کے پہلو میں بیٹھے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو زیر کرنے کی بجائے یہود کی خبر لینے کا حکم دیا جو سینکڑوں میل دور تھے۔ اور فجعل من دون ذلک فتحا قریبا کی بشارت سنا کر حضور اکرم ؐ کو خیبر کے یہودیوں کا قلع قمع کرنے کا حکم دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ قریش مکہ کی مخالفت اتنی خطرناک نہیں جتنی یہود خیبر کی سازشیں اسلام کے لیے مستقل خطرہ ہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے بعد فاروقی دور کے خاتمہ تک یہود اور ان کی حلیف طاقتوں میں اسلام کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ میدان میں اسلام کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اس کی تدبیر صرف ایک ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام کے خلاف سیاسی سازشیں کی جائیں۔

(۴) اس منصوبہ بندی اور سازش کے تحت عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے رفقا نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت اسی یہودی خفیہ سازش کا نتیجہ تھی۔ حضرت عمر ؓ کی ذات ایک ایسی (BINDING FORCE) تھی کہ کسی

سازشی کو مسلمان قوم میں رخنہ ڈالنے کی کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا یہود کے لیے آسان ہوگیا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے عبداللہ بن سبا نے عربوں کی نفسیات سے کام لے کر ایک راہ نکالی۔ اس نے حضرت علیؓ کے نبی کریم ﷺ کے وصی امام اور خلافت کے اصل حقدار ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا اور اس کا اعلان اور تشہیر شروع کر دی۔ اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر شیخین کو غاصب قرار دے کر انہیں بُرا بھلا کہنے کو مذہبی عبادت قرار دیا جانے لگا۔ پھر خلیفہ ثالث چونکہ بنو امیہ میں سے تھے اس لیے بنو ہاشم کو محرومیت کا احساس دلا کر بنو امیہ کے خلاف اُبھارا۔

⑤ عبداللہ بن سبا نے بھانپ لیا کہ مکہ اور مدینہ میں صحابہ کرام کی کثیر جماعت موجود ہے اور رہی ہے لہٰذا ان مقامات پر اسلام کے خلاف کوئی تحریک چلانا یا سازش کرنا ممکن نہیں۔ اس نے اپنے منصوبے کے لیے ادھر کوفہ اور بصرہ دو مقامات کا انتخاب کیا اور دوسری طرف مصر کو اپنی کامیابی کے لیے موزوں سمجھا اس کی دو وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ یہاں کے لوگ نومسلم تھے ان کے ذہن اسلامی سانچے میں نہیں ڈھلے تھے دوسرا وہ اپنے اپنی قومی روایات بھی لائے تھے۔ جو ان کے لیے نہایت عزیز متاع تھی۔ پھر کوفہ اور بصرہ کے باشندوں کو ایرانی سلطنت کے خاتمہ کا رنج تھا اور عربوں کے خلاف دلی نفرت موجود تھی۔ اس لیے یہ لوگ ابن سبا کی سازش کا شکار ہو گئے۔ اس نے ان تینوں مقامات پر اپنے ہم خیال اکٹھے کر لیے اور تینوں مقامات سے چھ چھ سو آدمی اکٹھے کر کے مدینہ بھیجے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سبب بنے۔

⑥ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلوائیوں کی تعداد کل اٹھارہ سو تھی جبکہ حضرت عثمانؓ کی فوجیں مشرق و مغرب میں فتوحات پر فتوحات کیے جا رہی تھیں۔ پھر یہ مٹھی بھر لوگ حضرت حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں کیونکر کامیاب ہو گئے۔ اس کی وجہ ایک

گہری نفسیاتی اور سیاسی حقیقت ہے، یہ آدمی مرنے کے لیے ہی آئے تھے۔ ابن سبا کی چال یہ تھی کہ ان کو لازماً قتل کیا جائے گا اور مجھے ایک ٹھوس بنیاد مل جائے گی اور میں یہ پروپیگنڈہ کرسکوں گا کہ دیکھو یہ لوگ کتنے ظالم ہیں، مظلوم رعایا نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے سیاسی بصیرت سے بھانپ لیا اور فیصلہ کیا کہ جان دے دینا منظور ہے مگر یہود کو اسلام کے خلاف سازش کرنے کی کوئی بنیاد مہیا کرنا منظور نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ نے اس یہودی تحریک کو تین سو سال پیچھے کر دیا۔

(۷) حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہی سازشی گروہ حضرت علیؓ کے گرد جمع ہو گیا۔ اور حضرت علیؓ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کر کے عملاً انہیں ایسا بے بس کر دیا کہ وہ قتلِ عثمانؓ کا قصاص لینے پر بھی قادر نہ ہو سکے، فتوحات کا سلسلہ رُک گیا چنانچہ حضرت علیؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت میں ایک انچ زمین کا اضافہ نہ ہوا بلکہ ان لوگوں نے خانہ جنگی کی سی صورت پیدا کر دی۔ جنگ جمل اور صفین بھی ان سبائیوں کی سازش کا نتیجہ تھا حضرت امیر معاویہؓ مسلسل حضرت علیؓ کو مشورہ دیتے رہے کہ ان اسلام دشمن حواریوں سے چھٹکارا حاصل کیجیے، لیکن حضرت علیؓ اپنی تمام کوشش کے باوجود بے بس ہو چکے تھے آخر سبائیوں کے ایک فرد ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو اس وقت شہید کیا جب وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا، یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ ابن ملجم خارجی تھا۔ کیونکہ کسی خارجی کا حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا نہ ممکن ہے نہ اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ تقیہ تو ابن سبا یہودی کی ایجاد ہے۔

(۸) حضرت علیؓ کے بعد جب حضرت حسنؓ کا دورِ خلافت آیا۔ تو آپ نے چند مہینوں میں ابن سبا کے مریدوں اور محبِ اہل بیت کے جھوٹے مدعیوں کے طور طریقے دیکھ کر فیصلہ کر لیا کہ وہ ان سے نہیں نمٹ سکتے۔ چنانچہ آپ نے امیر معاویہؓ کی صلاحیت کے پیشِ نظر ان کے

حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔
حضرت حسنؓ کے اس فیصلہ سے سبائی خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اور چیخ اٹھے۔ واللہ کفر کما کفر ابوہ یعنی "خدا کی قسم حسنؓ کافر ہو گیا جیسے اس کا باپ کافر تھا" امام حسنؓ کے اس فیصلہ نے سبائی تحریک کی پسپائی کر دی، جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔
حضرت امیر معاویہؓ نے ۴۱ھ میں خلافت سنبھالی ان کا انیس سالہ دورِ حکومت اندرونی استحکام کے ساتھ بیرونی فتوحات کا دور ثابت ہوا۔
شمالی افریقہ کا بڑا حصہ فتح ہوا۔ افغانستان اور صوبہ سرحد بھی فتح ہوا قسطنطنیہ کا دوبارہ محاصرہ ہوا۔ جس میں ایک بار تو حضرت حسینؓ بن علیؓ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ اور حضرت ایوب انصاریؓ جیسے عظیم صحابی نے دوران محاصرہ شہادت پائی اور شہر پناہ کے متصل دفن ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے حضرات بھی شریک تھے اور سب سے پہلا بحری جہاد بھی حضرت امیر معاویہؓ نے کیا، اور مسلمانوں کی بحری فوج کے بانی بھی یہی مردِ خدا تھے۔

(۹) حضرت امیر معاویہؓ کے حکومت سنبھالنے کے بعد حضرت حسنؓ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور کوفہ چھوڑ دیا۔ جس سے بعض کوفی لیڈر سخت ناراض تھے اور ان میں سے کچھ لوگ ایک سردار سلیمان بن حمد کی قیادت میں مدینہ منورہ آئے۔ اور حضرت امام حسنؓ کو امیر معاویہؓ کے خلاف کرنا چاہا۔ تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، یہاں سے ناامید ہو کر انہوں نے حضرتِ حسینؓ کو ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر ابو حنیفہ دینوری کی تصنیف "اخبار الطوال" کے مطابق حضرت حسینؓ نے فرمایا "ہم نے بیعت کر لی ہے اور عہد کر لیا ہے اور ہماری بیعت توڑنے کی کوئی سبیل نہیں" چنانچہ یہ فتنہ برپا کرنے میں ناکام ہوئے اور ناراضگی اور ناکامی کی صورت میں واپس کوفہ لوٹے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کو امیر معاویہؓ کی خلافت سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی اور حضرت امیر معاویہؓ

۲۲ رجب ۶۰ھ میں انتقال کر گئے۔ اور ان کے جیتے جی سبائی تحریک کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکا۔

(۱۰) **یزید اور سبائی** :۔ امیر معاویہؓ کے انتقال پر حکومت یزید کو ملی۔ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اور مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ کو اپنی قیامگاہ بنایا۔ چنانچہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ کے چار مہینوں میں کسی شورش کا پتہ نہیں چلتا بلکہ طبری سے نشان ملتا ہے کہ حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ حرم کعبہ میں اکٹھے نمازیں ادا فرماتے اور وہیں بیٹھ کر گفتگو فرماتے تھے۔

بغاوتِ کوفہ

(۱۱) کوفیوں کی رگِ شرارت ایک بار پھر پھڑکی۔ اور انہوں نے پھر سے سوئے ہوئے فتنوں کو جگانا چاہا۔ سوئے اتفاق سے اس وقت کوفے کے گورنر حضرت نعمانؓ بن بشیر انصاری تھے۔ جو معروف صحابی اور حد درجہ نیک اور سیدھے سادے انسان تھے۔ ان کی نیکی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کوفہ میں شورش پیدا کی۔ کوفہ کا شہر اسلام کے خلاف منظم اور مسلح تحریک چلانے کے لیے ایک مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کا ایک شاگردِ رشید مختار ثقفی کوفیوں کی مدد سے خود حاکم کوفہ بن گیا۔ اور کوفیوں کی نفسیات سے کام لیتے ہوئے ایک کرسی سامنے رکھ کر اس کے سامنے نماز پڑھی اسے بوسہ دیا۔ اور اہلِ کوفہ کو کہا کہ جس طرح تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے لیے باعثِ برکت تھا اسی طرح یہ حضرت علیؓ کی کرسی شیعانِ علیؓ کے لیے نشان فتح و نصرت ہے۔ پھر اس کرسی کو ایک چاندی کے صندوق میں بند کیا اور جامع مسجد کوفہ میں رکھ دیا اور مسلح پہرہ لگا دیا۔ اس کرسی کے نشان سے ثقفی نے کوفیوں کو اسلام کے خلاف برگشتہ کر دیا، آخر کار یہ ثقفی ۶۷ھ میں حضرت علیؓ کے داماد حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور فتنہ دب گیا۔

واقعہ کربلا

(۱۲) بقول طبری کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو لکھا۔ کہ یزید نے ہم سے زبردستی بیعت لی ہے اور ہم سب آپ پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نمازِ جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، آپ ہم لوگوں میں آجائیے، بلکہ یکے بعد دیگرے تین وفد کوفیوں کے مکہ مکرمہ آئے جن میں سے دو کو حضرت حسینؓ نے لوٹا دیا۔ مگر تیرا وفد اپنے ساتھ ایسے خطوط لایا۔ جن میں قسمیں دی گئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیا گیا تھا، کہ اگر آپ تشریف نہ لائے۔ تو روزِ حشر ہم آپ کو دامن کشاں حضور ﷺ کے سامنے پیش کریں گے۔ کہ انہوں نے ہماری راہنمائی قبول نہ فرمائی تھی۔ آخر حضرت حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ بن ابی طالب کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو کہ لوگ مجھے لکھ رہے ہیں۔ اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ (طبری)

چنانچہ حضرت مسلمؓ بن عقیل مدینہ منورہ سے ہوتے ہوئے کوفہ پہنچے اور ابن عوسجہ نامی شخص کے ہاں اترے، جب آپ کی آمد کا چرچا ہوا تو لوگ آکر بیعت کرنے لگے حتیٰ کہ بارہ ہزار تک تعداد پہنچ گئی تو آپ نے وہاں سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ مرادی کے قیام فرمایا۔ اور حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے اور مزید ہو رہی ہے۔ اور آپ ضرور تشریف لے آئیے (طبری)

قاصد مکہ مکرمہ چلا گیا۔ تو بعد میں حالات نے پلٹا کھایا۔ اور کوفہ کا گورنر بدل دیا گیا چنانچہ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی جگہ عبداللہ ابن زیاد کو، کوفہ کا گورنر مقرر کر کے حالات سنبھالنے کیلئے بھیجا گیا۔ جس کے واقعات طبری میں بالتفصیل درج ہیں القصہ پہلے تو اسے بھی قتل کرنے کی سازش ہوئی، مگر وہ بچ گیا۔ اور مختلف قبیلوں کے سرداروں کو بلا کر سمجھایا

اور دھمکایا گیا۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت مسلمؓ کے ساتھ کوئی آدمی بھی نہ رہا۔ حتٰی کہ کوئی شخص پناہ تو کیا دیتا راستہ تک بتانے والا کوئی نہ تھا۔ اور نہ کوئی اس سے بات کرتا تھا۔ اندریں حال وہ شہید ہوئے۔ اور شہادت سے پہلے ان سب حالات کو قلمبند فرمایا۔ جب گرفتار ہوئے، تو عمر بن سعد ابن وقاص کو یہ چٹھی دی۔ یہ اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ اور مشہور فاتح جرنیل اور صحابی رسول سعدؓ ابن ابی وقاص کے صاحبزادے تھے جنہیں حضرت مسلمؓ اور حضرت حسینؓ سے قرابت قریبہ بھی حاصل تھی انہوں نے یہ خط حضرت حسینؓ کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔ جو مکہ مکرمہ سے بمعہ اہل وعیال کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ باوجودیکہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیار جو حضرت زینبؓ بنت علیؓ کے خاوند اور حضرت حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی بھی تھے۔ جیسی ہستیوں نے کوفے جانے سے بہت روکا اکثر اکابر صحابہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بھی روکنے والوں میں شامل تھے۔ جیسے ابوسعید خدری حضرت واثلہؓ اللیثی اور دیگر حضرات مگر حضرت حسینؓ نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا، دراصل روکنے والے حضرات حضرت حسینؓ کی رائے سے اختلاف اس لیے نہیں کر رہے تھے، کہ انہیں حضرت حسینؓ کی رائے قبول نہ تھی بلکہ اہلِ کوفہ پر اعتبار کرنے کے حق میں نہ تھے صورت یہ تھی۔ کہ تمام ملک میں یزید کی بیعت ہو چکی تھی۔ اس میں صحابہ کرام بھی جو اس وقت دارِ دنیا میں تشریف رکھتے تھے۔ شامل تھے۔ قابلِ ذکر ہستیوں میں صرف دو حضرات عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ بن علیؓ نے تاحال بیعت نہیں کی تھی۔ اب کوفہ والوں کے خطوط اور وفود آئے تو حضرت حسینؓ کا موقف یہ تھا کہ یا تو حکومت اور حاکم ان ہزاروں افراد کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم سے زبردستی بیعت لی گئی مطمئن کرے یا پھر حکومت چھوڑ دے اور ایسا شخص امیر بنایا جائے جسے سب مسلمان قبول کریں۔ یہ فیصلہ برحق تھا۔ یہ سیاسی اختلاف تھا۔ اور حضرت حسینؓ اس کی اصلاح چاہتے تھے، یہ کبھی بھی کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔

نہ فریقین میں سے کوئی کسی دوسرے کو کافر کہتا تھا۔ اب منع کرنے والوں کا تجربہ اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رائے یہ تھی کہ کوفیوں پہ اعتماد کرنا درست نہیں یہ غلط کہہ رہے ہیں اور یہ کوئی گہری چال اور سازش ہے جو بعد میں درست ثابت ہوئی۔

حضرت حسین رضی مکہ مکرمہ سے ذوالحجہ ۶۰ھ میں روانہ ہوئے۔ شیعہ حضرات ۸ ذی الحجہ کو روانگی نقل کرتے ہیں حالانکہ یہی تاریخ حجاج کی مکہ مکرمہ سے منٰی کو روانگی کی ہے گویا چار ماہ مکہ مکرمہ قیام فرمانے کے بعد حضرت حج نہیں کرتے اور عین حج کی تاریخ کو شہر سے چل دیتے ہیں آخر کیوں کونسی آگ لگ رہی تھی، جس نے حج کی فرصت نہ دی۔ ان کے علم کے مطابق تو کوفہ میں حضرت مسلمؓ کی بیعت ہو رہی تھی۔ کوئی حالتِ جنگ نہ تھی، صرف کوفہ پہنچنا تھا تو پھر منٰی عرفات اور حج کی برکات کو کیوں چھوڑتے۔ وہ روانہ ہوتے یا نہ یہ علیحدہ بات ہے مگر شیعہ حضرات کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں ہر حال میں یکم محرم کو کربلا پہنچنا چاہیئے۔ ورنہ ۱۰ روز کا جو ڈرامہ شیعوں نے کربلا میں سٹیج کیا ہے، وہ نہ ہو سکے گا چونکہ کربلا مکہ مکرمہ سے بائیس منازل سفر ہے پھر اس دور میں منزل کے علاوہ کسی جگہ قیام ممکن نہیں تھا خصوصاً جب مستورات اور بچوں کا ساتھ ہو۔ شیعہ مؤرخ انہیں حج نہیں کرنے دیتے اور روزانہ ایک منزل بھی ضرور چلاتے ہیں جو مسلسل ۲۲ روز عورتوں اور بچوں کے لیے تقریباً محال ہے، حالانکہ خود طبری نے جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۱۹۷ پر لکھا ہے کہ آپ حج کے بعد کوفہ روانہ ہوتے۔ شیعہ حضرات کی بھی مجبوری ہے کہ اگر حضرت حسینؓ حج کریں تو آٹھ کو منٰی ۹ کو عرفات اور رات مزدلفہ دس کو واپس منٰی اور قربانی پھر گیارہ بارہ کو کنکریاں مارنا اور ارکان حج کی تکمیل طواف وداع وغیرہ تو اس طرح کہیں چودہ کو فارغ ہو کر پندرہ کو نکلیں پھر کسی منزل پر ایک آدھ دن آرام بھی کریں تو یہ حضرات بمشکل دس محرم کو کربلا پہنچ پاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ اس ایک روزہ جنگ میں بھلا وہ افسانے کیسے سما سکیں، جو دس دنوں میں نہیں سمارہے، اور شہادت حسینؓ کو ایک افسانہ آرا دنیا کر دکھاتے ہیں لیکن یہ مجبوری شیعہ حضرات کی ہے حضرت حسینؓ کی نہ تھی، انہوں نے حج کیا، اور دوران

حج جبکہ تمام عالم کے مسلمان جمع تھے، کسی کو اپنے ساتھ کوفہ چلنے کی دعوت نہ دی۔ اور نہ یزید کے خلاف علان جنگ فرمایا۔ ورنہ کیا نواسہ رسول مقبول ﷺ کی بات میں اتنا اثر بھی نہ ہوتا کہ لوگ ساتھ چل دیتے۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت جنگ کے لیے نکلے ہی نہ تھے مقصد اصلاح احوال تھا۔ ورنہ جنگ کے لیے کون مستورات اور بچوں کو لے کر بغیر کسی فوجی قوت کے چل نکلے گا۔ آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام فرمانے کا تھا جہاں آپ کا گھر پہلے سے موجود تھا اور پھر کوفہ والوں کی مسلسل چٹھیوں اور دعوتوں نے آپ کا میدان اس طرف کر دیا تھا۔ اب اگر حکومت کوفہ والوں کو مطمئن کر دیتی تو حضرت کا حکومت سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اور اگر نہ کر سکتی اور آپ ان کی قیادت و سیادت قبول فرماتے تو حق بجانب تھے، لہٰذا آپ چل دیئے اثنائے راہ میں وہ خط ملا، جو حضرت مسلمؓ نے شہادت سے قبل تحریر کیا تھا اور ساتھ حضرت مسلمؓ کی خبر بھی آپ نے احباب سے مشورہ فرمایا، کہ واپس چلیں یا کوفہ پہنچیں تو حضرت کا فیصلہ کوفہ پہنچنے کا تھا۔ ممکن ہے آپ کا خیال ہو کہ میرا ذاتی طور پر وہاں موجود ہونا اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے نیز حضرت مسلمؓ آخر کیسے شہید ہوئے۔ وہ کوفی کہاں گئے جن کی دعوت تھی اور قاتل کون ہے نیز آپ کا ارادہ تو کوفہ میں قیام کا تھا۔ جس کے لیے بہر حال کوفہ تو جانا ہی تھا۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے، کہ یہ مکہ سے کوفہ جانے والا قافلہ کربلا کیسے پہنچا۔ جو کوفہ سے دمشق کے راستے پر پھر کوفہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہوا یہ کہ جب یہ قافلہ القرعا کے مقام پر پہنچا تو یہاں فوجی دستے متعین تھے۔ جنہوں نے راستہ روکا اور کمال یہ ہے کہ یہ دستے کوفیوں پر مشتمل تھے، وہاں باتیں ہوئیں، بیعت یزید کا مطالبہ ہوا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا میں تو تمہارے بلانے پر آیا ہوں۔ یزید یا حکومت کے ساتھ میرا ذاتی جھگڑا ہے اب اگر تم اس حکومت پر راضی ہو تو ٹھیک ہے، بات ختم میرا راستہ چھوڑ دو۔ مگر وہ نہ مانے اور بیعت پر اصرار کرتے رہے، یہاں یہ بھی ملتا ہے کہ انہوں نے خط بھیجنے سے بے خبری ظاہر کی، مگر حضرت حسینؓ نے ایک ایک کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں کیا تو نے چٹھی نہیں لکھی، اے فلاں ابن فلاں

کیا تونے قاصد نہیں بھیجا۔ الغرض بہت ردّ و کد کے بعد یہ طے ہوا۔ کہ چلو سب دمشق چلتے ہیں وہاں یزید کے روبرو فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ یہ قافلہ اور فوجی القرعا سے دمشق کو چلے، جبکہ کوفہ ایک سمت چھوڑ دیا اور کربلا وہ مقام ہے، جو القرعا سے تیسری منزل ہے اور کوفہ سے دمشق و نیز مکہ مکرمہ سے آنے والا راستہ بھی مل جاتا ہے، جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے اور تمام مقامات آج بھی روئے زمین پر موجود ہیں۔ یہ بات کہ یہاں کوئی کفر و اسلام کا مقابلہ تھا۔ درست نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت حسینؓ اپنی رائے ہرگز تبدیل نہ فرماتے۔ کہ یزید تو اپنی جگہ موجود تھا اور حضرت حسین نے کوفی لشکر کے سامنے جو مطالبہ رکھا، وہ تین حصوں پر مشتمل تھا۔ اول مجھے واپس جانے دو، دوم مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ سوم مجھے کسی دوسرے ملک یا سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔

لہٰذا انداز اً ۵ محرم کو آپ القرعا سے نکلے اور سب اسی بات پر متفق تھے کہ دمشق کو چلتے ہیں۔ چنانچہ ۷ محرم کو العذیب ۸ محرم کو قصرِ مقاتل اور ۹ محرم کو کربلا پہنچے یہ تاریخی حقیقت ہے، بہرحال حضرت حسینؓ نے کربلا میں قیام فرمایا اور ستانے کے لیے دس محرم کو سفر ملتوی رکھا۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ کوفی جن پر یہ لشکر مشتمل تھا اکثر نماز حضرت حسینؓ کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ کربلا میں ظہر کی اذان ہوئی تو بیشتر آگئے۔ حضرت نے پھر وہی بات چھیڑ دی، کہ تم عجیب لوگ ہو، پہلے مجھے دعوت دی، پھر خود یزید سے مل گئے۔ چلو یہ بھی ٹھیک ہوا مگر اب میرا راستہ روکنے کا تمہیں کیا حق حاصل ہے، چنانچہ جب انہوں نے خطوط سے لاعلمی ظاہر کی، تو حضرت حسینؓ نے خطوط سے بھری تھیلیاں منگوائیں اور ڈھیر کر دیں، جن میں ہزاروں خطوط تھے، اور ۵۰۰ خطوط ایسے تھے۔ جن کے حاشیہ پر کئی کئی افراد کے دستخط ثبت تھے یہ ساری بات شیعہ حضرات کی خلاصۃ المصائب کے صفحہ ۵ پر بھی موجود ہے۔ جب یہ بات حُر نے کوفہ کے ان سرداروں کے سامنے بیان کی اور خطوط کے بارے میں بتایا تو انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ دمشق پہنچ کر کیا ہوگا۔ وہ یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت حسینؓ کو قتل

(ایہ سے نقشہ ملاحظہ فرمائیے)
دمشق
۳۴۰ میل
بغداد
۳۲ میل
کوفہ
کربلا
القرعا
العذیب
ذو حسم قصر مقاتل
۱۰۳۰ میل
مدینہ منورہ
۳۴۰ میل
مکہ مکرمہ
۱۰۰۰ میل

کرنا سیاسی اعتبار سے بھی یزید کو ہلا کر رکھ دے گا۔ اور یہ کسی طرح اس کے حق میں نہیں ہو گا۔
لیکن اگر حضرت حسینؓ کو یہاں شہید کر دیا جائے۔ تو خطوط بھی تلف ہو سکتے ہیں اور واقعہ کی
ذمہ داری یزید کے نام پر ہو گی، لہٰذا ایک عالم اس کے خلاف غم و غصہ سے بھر جائے گا۔
پھر اس کے لیے ہمارے ساتھ بگاڑنا بھی آسان کام نہ رہے گا۔ یہ وہ سوچ تھی، جس نے
عصر سے قبل ہی ان کو حضرت حسینؓ کی اقامت گاہ پر بے خبری میں ٹوٹ پڑنے کے لیے اکسایا
اور یوں جگر گوشۂ بتول کا چمن ان ظالموں کی ٹاپوں تلے تھا۔ چند خدام ہمراہ تھے، صاحبزادگان
اور بھتیجے یا کچھ لوگ انہی کوفیوں میں تھے، جو بلانے کو گئے تھے، یا پھر حر جو خطوط دیکھ کر کوفیوں
سے نالاں تھا۔ ساتھ شہید ہوا۔ یہ چند نفوس مقدسہ تھے۔ جو ظلماً سازش کر کے نہایت بے دردی
سے شہید کر دیئے گئے مختصر یہ کہ شہادت حسینؓ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک
اس قدر اختلافات سے پُر ہیں، اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند کرنا
آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں کا اتارا جانا، نعش مبارک کا زدو کوب سُم اسپاں کیا جانا، اہل
بیعت کی غارت گری، نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان
زدِ خاص و عام ہیں حالانکہ اس میں سے بعض سرے سے غلط اور بے بنیاد ہیں۔

واقعہ کربلا اس قدر اہم تھا۔ کہ کوفیوں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ورنہ شمر حضرت علیؓ
کا سالا اور حضرت حسینؓ کے بھائیوں جعفرؓ، عباسؓ اور عثمانؓ کا حقیقی ماموں تھا جنگ صفین
میں نہایت بے جگری سے لڑا، ابن سعد حضور ﷺ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اور حضرت
امام حسینؓ کا رشتہ میں نانا۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ دیر تک حضرت حسینؓ کے پاس بیٹھا
کرتا تھا، بلکہ خود یزید کی بیوی عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی سوتیلی بیٹی اور
حضرت حسینؓ کی بھانجی تھیں، چچازاد بھائی کے ناطے سے بھتیجی بھی چنانچہ اس سانحہ عظیم کے
متعلق جس کی تاریخی شہادت کا حوالہ تو دے ہی دیا ہے اس قدر مزید حوالہ جات دیئے جا
سکتے ہیں کہ خود ایک علیحدہ دفتر بن جائے۔

کوفہ کو عہدِ فاروقی کی ایک فوجی چھاؤنی تھی جو ۱۵ھ میں بنائی گئی رفتہ رفتہ شہر بن گیا۔ اور مختلف علاقوں کے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے۔ یہود کی زیر زمین خلاف اسلام تحریک جس کے ہاتھ حضرت عمرؓ کے مبارک خون سے آلودہ اور جس کی تلوار حضرت عثمان غنیؓ کے خون سے رنگین تھی جس کی عبا سے تاحال خونِ علیؓ خشک نہیں ہوا تھا اس کا مرکز بھی کوفہ تھا۔ اور اس کے داعی اور بانی عبداللہ ابن سبا کے سب سے زیادہ معتمد شاگرد کوفہ میں ہی تھے اور شیعانِ علی کہلواتے تھے، یہ ایک سیاسی غلاف تھا کہ ہم سیاست میں حضرت علیؓ کے طرفدار ہیں۔ مگر باطنی طور پر یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے، لہٰذا انہوں نے کبھی حضرت علیؓ سے بھی وفا نہ کی، ذرا ان کے بارے میں حضرت علیؓ کی رائے شیعہ کتب کے حوالہ سے سن لیں۔

(نہج البلاغہ از قسم اول ص۲۷)

"وائے مردوں کے ہم شکل نامردو! لڑکیوں کی سی سمجھ رکھنے والو! عورتوں کی سی عقل رکھنے والو! مجھے آرزو ہے کہ کاش میں نے تم کو نہ دیکھا ہوتا۔ اور نہ پہچانا ہوتا یہ پہچاننا ایسا ہے کہ واللہ اس سے پشیمانی حاصل ہوئی، اور رنج لاحق ہوا۔ خدا تم کو غارت کرے تحقیق تم لوگوں نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کر دیا، تم لوگوں نے مجھے غم کے گھونٹ سانس لے لے کے پلائے۔ اور نافرمانی کرکے اور ساتھ نہ دے کر میری رائے کو خراب کر دیا، یہاں تک قریش کے لوگ کہتے ہیں کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے۔ لیکن اس کو لڑائی کے فن کا علم نہیں"

حضرت علیؓ یہ سب اوصاف ان کے بیان فرما رہے ہیں جو محبان اہل بیت اور شیعان علیؓ ہیں۔

غرض اس سبائی ٹولہ نے یہ قیامت توڑی اور پھر لوط بن یحییٰ نامی جس کا لقب ابی مخنف تھا، ۱۹۸ھ میں اس نے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد رطب و یابس، جمع کرکے "مقتل حسینؓ" نامی کتاب لکھی۔ جسے بعد کے مؤرخوں نے بنیاد بنایا اور ساڑھے تین سو سال بعد معز الدولہ نے ایک

علیحدہ مذہب شیعہ کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی، جسے ابوجعفر کلینی نے الکافی نامی کتاب میں ترتیب دیا تھا۔ کلینی کا سن وفات ۳۲۳ھ ہے اس نے مذہب کی روایات کو حضرت جعفرؒ کی طرف منسوب فرمایا جو اس سے تقریباً ۲ صدی پہلے گزر چکے تھے۔ اور مذہب کی بنیادی کتابوں میں سے صرف یہی کتاب ہے، جو سب سے کم عرصہ بعد لکھی گئی۔ ورنہ **من لایحضرۃ الفقیہ** محمد بن علی ابن بابویہ قمی نے ۳۸۱ھ میں تہذیب الاحکام اور استبصار محمد بن حسن طوسی نے ۴۶۵ھ میں لکھیں اور اس طرح واقعہ کربلا کو مذہب شیعہ کی بنیاد بنا کر اہل سنت کے خلاف نفرت کا الاؤ روشن کیا جو اب تک پورے عالمِ اسلام کی تباہی کا موجب بن رہا ہے ان ظالموں نے ایک متوازی اسلام جاری کر دیا۔ اور کلمہ کے مقابل میں کلمہ، نماز کے مقابل میں نماز، وضو کے مقابل وضو کا طریقہ غرض حج، زکوٰۃ کوئی عبادت نہ چھوڑی جس کے مقابل اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا، کتاب اللہ کا انکار کیا، عقائد توحید و رسالت میں تبدیلی کی، ذاتِ رسولِ اقدس ﷺ ازواجِ مطہراتؓ، بناتِ رسولِ مقبول ﷺ اور صحابۂ رسول ﷺ پر زبان طعن دراز کی، اہل بیت رسول ﷺ کو ظلماً قتل کیا اور اس ظالمانہ فعل کو آڑ بنا کر اسلام کو فسانہ آزاد بنانے کے درپے ہیں۔

یہ وہ قیامت تھی، جو میدان میں حضرت حسینؓ پر وارد ہوئی۔ مگر اب کرب یہ ہے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں، مگر ظالموں نے انہیں معاف نہ کیا، بلکہ جھوٹ پر جھوٹ تراش کر ان کے ذمہ لگاتے جا رہے ہیں۔

بنوامیہ نے ابن سبا کی پیدا کی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے۔ لیے ہاشمیوں کے ساتھ ان کے حسبِ حال عزت و اکرام کا سلوک روا رکھا، سب کے رہنے کے متقرر کئے جاگیریں بھی عطا کیں۔ لیکن اس کے باوجود ابن سبا نے جو منافرت پھیلائی تھی، اور ہاشمیوں کے حقدارِ خلافت ہونے کا عقیدہ وہ فتنہ پروری اور اسلامی حکومت کی تباہی کا سبب بنتا رہا ہے جس کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو دمشق اور مدینہ کے درمیان حمیمہ کی جاگیر عطا کی۔

(۲) ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ کو حجاز میں بیش قیمت وظائف دیئے۔

(۳) زید بن علی بن حسین کوفہ میں نہایت معقول وظیفے پاتے تھے۔

اس کے باوجود ابن سبا نے جو قبائلی منافرت پھیلائی تھی وہ رہ رہ کے اُبھرتی رہی۔ ہاشمیوں کے حقدار خلافت ہونے کا عقیدہ جو ابن سبا نے ایجاد کیا تھا وہ فتنہ پردازی کا موجب بنتا رہا مثلاً۔

(۱) سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں ابو ہاشم حمیمہ میں محمد بن علی کے پاس رہ گئے وہیں فوت ہوئے مگر محمد بن علی کو وصیت کی کہ بنو امیہ سے سلطنت چھین لی جائے چنانچہ اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے علویوں کے شیدائی حرث بن شریح ازدی نے خراسان میں حمایت اہل بیت کے نعرہ پر ۴ ہزار جانباز تیار کیے اور حکومت کے خلاف بغاوت کی اور بلخ پہ قابض ہوگیا، پھر جرجان اور مرو پہنچا اور اس کی فوج ۶۰ ہزار ہوگئی حاکم مرو نے یہ بغاوت کچل دی

(۲) سنہ۱۰۰ھ میں محمد بن علی نے عراق اور خراسان میں اپنے نقیب بھیجے اور خفیہ طور پہ اپنی امامت کی بیعت لینا شروع کی۔

(۳) سنہ۱۲۲ھ میں زید بن علی نے کوفہ میں جنگ کے لیے بیعت لینا شروع کی ۱۵ ہزار آدمی بیعت ہو گئے۔ زید نے اپنی امامت کا اعلان کر دیا، کوفہ کے حاکم یوسف بن عمر ثقفی نے مقابلہ کیا اور صرف ۲۰۰ کوفی زید کے ساتھ رہ گئے باقی سب چھوڑ گئے، زید قتل ہوئے

(۴) سنہ۱۲۴ھ میں محمد بن علی فوت ہوئے تو ان کے بیٹے امام ابراہیم بن محمد کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگی۔

(۵) سنہ۱۲۵ھ میں ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کو تمام داعیوں کا افسر بنا کر خراسان بھیجا۔

(۶) سنہ۱۲۶ھ میں ابو مسلم پوری سرگرمی سے مصروفِ عمل ہوگیا اور مرو پہ قابض ہوگیا، امام ابراہیم نے اسے لکھا کہ خراسان میں کسی عربی النسل کو زندہ نہ چھوڑنا یہ خط پکڑا گیا۔

مروان الحمار نے ابراہیم کو حمیمہ سے گرفتار کر لیا وہ قید ہی میں مر گیا۔ اس نے وصیت کی کہ ابو العباس سفاح میرا جانشین ہوگا۔

یہاں تک علوی اور عباسی متحد ہو کر بنو ہاشم کی حیثیت سے مسلمانوں کی پُر امن سلطنت کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ سنہ ۱۲۰ھ میں دونوں پارٹیوں کی مکہ میں کانفرنس ہوئی اور یہ طے پایا کہ امویوں کی خلافت تو اب مٹنے والی ہے، لہٰذا اولادِ علی میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ یہ اسی کی صدائے بازگشت تھی جو ابن سبا نے پہلے دن اس تحریک کے کان میں پھونکی تھی۔ چنانچہ محمد نفس زکیہ کا انتخاب کیا گیا۔ مگر جب موقع آیا تو عباسیوں میں سے عبداللہ بن سفاح کوفہ پہنچا اور سنہ ۱۳۲ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ گو ابو سلمہ نے جو امام ابراہیم کا نقیب تھا۔ امام جعفر کو لکھا کہ کوفہ آیئے اور خلافت سنبھالیے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

محمد نفس زکیہ کے والد عبداللہ بن حسن مثنٰے نے سفاح سے شکایت کی کہ خلافت ہمارا حق ہے۔ اور مکہ کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی ہو چکا ہے، یہ شکایت اس تحریک میں ایک نیا موڑ تھا اب بنو ہاشم اور بنو امیہ کی بجائے ہاشمیوں کے دو گروہ بن گئے۔ یعنی علوی اور عباسی اور ان کی آپس میں ٹھن گئی۔

سفاح نے دیکھا کہ علویوں کو خاموش کرانا ضروری ہے اس لیے عبداللہ بن حسن مثنٰی کو ۲ لاکھ درہم ۸۰ ہزار دینار اور بے شمار جواہرات دے کر راضی کر لیا وہ تو راضی ہو گئے، مگر امن کی فضا پیدا ہونا سبائی تحریک کے مزاج کے خلاف تھی۔ امویوں کے برعکس علویوں کے ساتھ عباسیوں کا سلوک دوسری قسم کا تھا۔ ابو سلم نے سفاح کا ساتھ دیا اور تمام مدعیان خلافت کو چُن چُن کے قتل کیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یہ اقدام مستقل وجہ خصومت بن گیا اور علویوں نے عباسیوں کے خلاف سازش، شورش اور خروج کا ایسا سلسلہ شروع کیا جو سینکڑوں برس تک جاری رہا۔

سبائی تحریک کو مناسب ماحول تو مل ہی چکا تھا کیونکہ دنیا صحابہؓ کے وجود سے خالی

ہو گئی تھی اور اس تحریک کو وہ نسل مل گئی جو دین سے نا آشنا اور خالص دنیا پرست لوگ تھے صحابہؓ کے اٹھ جانے کا اجمالی نقشہ یہ ہے۔

مصر میں آخری صحابی عبداللہؓ بن حارث ۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

شام میں ابو امامہ باہلیؓ ۸۶ھ میں، کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ ۸۷ھ میں ہیفہ میں سائب بن یزیدؓ ۹۱ھ میں، بصرہ میں انس بن مالکؓ ۹۳ھ میں فوت ہوئے بلکہ دوسری صدی کے پہلے ربع میں جلیل القدر تابعی بھی دنیا سے رخصت ہو گئے ۱۰۴ھ میں ابو عمر شعبیؒ ۱۰۶ھ میں سالم بن عبداللہؒ ۱۰۷ھ میں عکرمہ مولیٰ ابن عباسؒ ۱۱۰ھ میں حسن بصریؒ ۱۱۴ھ میں عطا بن ابی رباحؒ ۱۱۷ھ میں نافع مولیٰ ابن عمرؒ ۱۱۸ھ میں قتادہؒ ۱۲۴ھ میں ابن شہاب زہریؒ اور ۱۲۷ھ میں عبداللہ بن دینارؒ فوت ہوئے۔

سبائی تحریک علوی عباسی تصادم کے روپ میں

عبداللہ بن سبا نے اولادِ علیؓ کے حق خلافت کا شاخسانہ اٹھا کر مسلمانوں کی سیاسی یک جہتی کو انتشار اور تشتت و افتراق میں کچھ اس طرح تبدیل کر دیا کہ علوی حضرات اس تحریک کے ہاتھ میں کھلونا بن گئے اور انہیں ہر موقع پر اس خطرناک کھیل میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی مکہ کانفرنس نے اس شوق کے لیے مہمیز کا کام دیا۔ چنانچہ۔

(۱) منصور عباسی میں محمد نفس زکیہ نے مدینہ میں خروج کیا۔ اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا ۱۴۵ھ میں یہ بغاوت فرو ہو گئی۔

(۲) ۱۶۹ھ میں محمد نفس زکیہ کے چچا زاد بھائی حسین بن علی اور نفس زکیہ کے بیٹے حسن بن محمد نے مکہ اور مدینہ میں خروج کیا اور ان پر قابض ہو گئے مگر دونوں مارے گئے

(۳) ۱۷۵ھ میں یحییٰ بن عبداللہ برادر نفس زکیہ جو دیلم میں خفیہ تحریک چلا رہے تھے خروج

کیا، ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو فوج دیکر بھیجا اس نے صلح کرادی۔

(۴) سنہ ۱۹۹ھ میں محمد نفس زکیہ کے چچازاد بھائی کے پوتے ابن طباطبا نے خروج کیا اور کوفہ پر قابض ہو گیا۔

(۵) سنہ ۲۰۰ھ میں محمد بن جعفر نے ابوالسرایا کے تعاون سے بغاوت کی مگر گرفتار ہوا۔

(۶) سنہ ۲۰۱ھ میں بابک خرمی نے خروج کیا۔ ۲۰ برس تک آذربائیجان میں حکومت کی ایک لاکھ پچیس ہزار آدمی قتل کر لئے۔
سنہ ۲۲۲ھ میں بابک قتل ہوا۔

(۷) سنہ ۲۱۸ھ میں محمد بن قاسم بن علی نے خراسان میں خروج کیا۔
سنہ ۲۱۹ھ میں قید کر لیا گیا۔

ان دو صدیوں میں اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے قبائلی عصبیت سے کام لینے کے علاوہ سبائیوں نے خود اپنی جماعت میں مذہب کے نام پر جو اعتقادی فرقے پیدا کئے وہ گو بظاہر ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف تھے لیکن اسلام کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ ان کا یہ اختلاف محض طبائع مزاج اور ذاتی مفاد کی بنا پر تھا۔ مگر چونکہ اسلام کے نام سے یہ عقیدے ایجاد کیے گئے اور ان کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا تھا اس لیے ان کا اجمالی تعارف ضروری ہے۔

(۱) **شیعہ مخلصین**: حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ برحق مانتے تھے، باقی حضرات کو برا نہیں کہتے تھے۔

(۲) **تفضیلیہ**: حضرت علیؓ کو تمام صحابہؓ سے افضل سمجھتے تھے، اصحاب ثلاثہ کو اس لیے برا نہیں کہتے تھے کہ وہ حضرت علیؓ کی رضامندی اور اجازت سے خلیفہ بنے تھے۔

(۳) **تبرائیہ**: صحابہؓ کو ظالم، اصحاب ثلٰثہؓ کو غاصب بلکہ کافر تک کہتے تھے۔

(۴) **غلاۃ**: ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ میں حلول کیا ہے۔

(۵) **کاملیہ** : ان کا عقیدہ تھا کہ تمام صحابہ اس لیے کافر ہیں کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا اور حضرت علیؓ اس لیے کافر ہیں کہ ان کے خلاف نہیں لڑے اور کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔

(۶) **کیسانیہ** : یہ حضرت حسنؓ کی امامت کے منکر ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے بعد محمد بن حنیفہ کو امام برحق مانتے ہیں۔

(۷) **مختاریہ** :۔ یہ مختار ثقفی کو نبی اور عالم الغیب مانتے ہیں یہ بعد میں اسماعیلیہ بن گئے

(۸) **ہاشمیہ** :۔ یہ لوگ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ کو امام برحق مانتے ہیں۔

(۹) **زیدیہ** :۔ زید بن علی سے منسوب ہے۔

(۱۰) **منصوریہ** :۔ ابو منصور عجلی سے منسوب ہے، ان کا عقیدہ ہے جبرئیل نے پیغام پہنچانے میں غلطی کی ہے نبوت ختم نہیں ہوئی حضرت علیؓ کو رسول مانتے ہیں

(۱۱) **مفضلیہ** : حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔

(۱۲) **غرابیہ** : حضرت علیؓ کو نبی کریم ایسی مشابہت تھی جیسی ایک کوے کو دوسرے کوے کے ساتھ ہوتی ہے اسی وجہ سے جبرئیل دھوکا کھا گئے اور حضرت علیؓ کی بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت دے گئے۔ یہ جبرئیلؑ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۳) **ذمیم** :۔ حضرت علیؓ کے جسم میں اللہ نے حلول کیا ہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرف دعوت دیں انہوں نے اپنی طرف دعوت دینا شروع کر دیا اس لیے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں۔

(۱۴) **علیایہ** :۔ حضرت علیؓ خدا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی بیعت کی اور آپ حضرت علیؓ کے متبع اور مطیع تھے۔

(۱۵) **اثنینیہ** :۔ حضرت علیؓ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں یکساں طور پر نبوت میں

شریک تھے، ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔

(۱۶) **خطابیہ** :۔ ہر امت کے لیے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق ایک صامت آنحضرت ﷺ رسول ناطق ہیں اور حضرت علیؓ رسول صامت حضرت علیؓ کی اولاد سب انبیاء ہیں داخل ہیں۔

(۱۷) **معمریہ** :۔ خطابیہ کی ایک شاخ ہے یہ قیامت کے قائل نہیں، شراب، زنا کو جائز اور نماز کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱۸) **اسمٰعیلیہ** : اسماعیل بن جعفر صادق کو امام برحق سمجھتے ہیں اور ان کی موت کے قائل نہیں۔

(۱۹) **تفویضیہ** : اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور حضرت علیؓ کو پیدا کر کے تمام دنیا کا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ ان کے بعد اماموں کے سپرد ہے۔

(۲۰) **جارودیہ** :۔ اولاد علیؓ میں امامت زین العابدین کے بعد زید کو پہنچی پھر حضرت حسنؓ کی اولاد میں پہنچی۔

اسی طرح کے اور کئی فرقے پیدا ہوئے مگر ان سب میں عبداللہ بن سبا کی آواز کہ امامت علیؓ کا حق ہے مختلف سروں میں نکل رہی ہے۔

(۸) ۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنیفہ نے مصر میں بغاوت کی۔ ابن طولون نے اس بغاوت کو فرو کیا۔

(۹) ۲۵۶ھ میں علی بن زید نے کوفہ میں خروج کیا، مگر گرفتار ہوا۔

(۱۰) ۲۵۶ھ میں حسین بن زید علوی نے رے پر قبضہ کر لیا۔

(۱۱) ۲۷۰ھ میں محمد بن زید نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ سامانیوں نے اس کا خاتمہ کیا۔

(۱۲) ۲۷۸ھ میں محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم نے مدینہ میں خروج کیا۔ اس کے بھائی علی بن حسن نے بھائی کے خلاف خروج کیا مکہ اور مدینہ میں خانہ جنگی رہی۔

(۱۳) ۲۷۸ھ میں کوفہ میں حمدان قرمط ایک غالی شیعہ نے نیا مذہب ایجاد کیا اسمٰعیل بن جعفر کو امام برحق اور محمد بن حنیفہ کو رسول کہتا تھا، دن میں دو نمازیں سال میں دو روزے فرض، شراب حلال کر ڈالی۔

۲۸۶ھ میں قرامطہ نے خروج کیا اور بصرہ پر قابض ہو گئے، مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا۔

(۱۴) ۲۸۸ھ میں علویوں نے یمن میں قبضہ کر کے زیدیہ حکومت قائم کی۔

(۱۵) ۲۸۹ھ میں ابو سعید قرمطی نے عراق پر قبضہ کیا پھر دمشق فتح کیا۔

۲۹۱ھ میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔

(۱۶) ۲۹۶ھ میں ایک مجوسی عبید اللہ نے اپنے آپ کو علوی اور فاطمی کہہ کر ملا دیت کا دعویٰ کے ساتھ دولت عبیدیہ کی بنیاد رکھی، افریقہ میں دولت اغلبیہ کا خاتمہ کیا۔

(۱۷) ۳۰۱ھ میں حسن بن علی علوی نے جو طراوش کے نام سے مشہور ہے صوبہ طبرستان پر قبضہ کر لیا۔

(۱۸) ۳۰۴ھ میں والی خراسان نے طراوش کو قتل کیا۔

(۱۹) ۳۱۱ھ میں ابو سعید جنابی قرمطی نے بصرہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

(۲۰) ۳۱۲ھ میں ابو طاہر قرمطی نے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ پھر کوفہ پر حملہ آور ہوا۔ خلیج فارس سے فلسطین تک اور بصرہ سے مکہ تک قرامطہ چھا گئے۔ ۳۱۶ھ تک سارے عراق پر قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔

(۲۱) ۳۱۸ھ میں ابو طاہر قرمطی نے مکہ پر حملہ کر کے حاجیوں کا قتل عام کیا۔ چاہِ زمزم کو مقتولین کی لاشوں سے پُر کر دیا، سنگِ اسود اکھیڑ کر بحرین لے گیا۔

۳۳۹ھ میں سنگ اسود واپس لایا گیا۔

(۲۲) ۳۵۱ھ میں معز الدولہ دیلمی نے جامع مسجد بغداد کے دروازہ پر صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے نام لعنت کے الفاظ لکھوائے اور سرکاری طور پر عید غدیر منانے کا حکم دیا۔

۳۵۲ھ میں معزالدولہ نے ۱۰ محرم کو یوم غم منانے کا حکم دیا، دکانیں بند کرتے اور ماتمی سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا، نوحہ کرتے جلوس نکالنے عورتوں کو بال کھول کر بازاروں میں مرثیہ پڑھنے، منہ نوچنے کا حکم دیا، ۳۵۳ھ میں اسی روز مسلمانوں کو بھی شامل ہونے کا حکم دیا۔ جس پر فرقہ وارانہ فساد ہو گیا، کشت وخون ہوا۔ معزالدولہ کی یہ دونوں فتنہ پرور بدعتیں آج تک دین شیعہ کے مہمات مسائل کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

(۲۳) ۳۶۰ھ میں معزالدولہ کے بیٹے عزالدولہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص نماز تراویح نہ پڑھے۔

(۲۴) ۳۷۳ھ میں شیعہ اسماعیلیہ نے ایک سیاسی انجمن قائم کی جس کے ممبر اخوان الصفا کہلاتے ہیں۔

(۲۵) ۳۹۳ھ میں دمشق کے شیعہ گورنر نے ایک مسلمان امیر کو گدھے پر سوار کر کے سارے شہر میں پھرایا ایک آدمی منادی کرتا جاتا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت رکھے پھر اس کو شہید کر دیا۔

(۲۶) ۳۹۵ھ میں عبیدی شاہ مصر نے مسلمان علماء کو قتل کرایا اور مسجدوں دروازوں اور اور شارع پر صحابہؓ کے نام گالیاں لکھوا دیں۔

(۲۷) ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ دیلمی نے بغداد میں حکم دیا کہ نماز کے وقت اذان نہ کہی جائے بلکہ نقارہ بجایا جائے، چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور بغداد میں فرقہ وارانہ ہنگامے برپا ہونے لگے۔ ۴۴۷ھ میں طغرل بیگ سلجوقی نے دیلمیوں کے اقتدار کا خاتمہ کیا اور عباسی خلیفہ کو اپنی حمایت میں لیا، اور علوی عباسی چپقلش کا خاتمہ ہوا مگر وہ بھی بالکل وقتی اور عارضی ثابت ہُوا۔

(۲۸) ۴۵۰ھ میں پھر شیعوں نے موصل سے فوجیں لا کر بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اور بغداد کو جی بھر کے لوٹا۔ طغرل بیگ ہمدان کی بغاوت فرو کرنے گیا ہُوا تھا۔ ۴۵۱ھ میں واپس آیا تو شیعہ بھاگ گئے۔

(۲۹) ۴۸۳ھ میں حسن بن صباح نے قلعہ الموت میں باطنی سلطنت کی بنیاد رکھی، جو ڈیڑھ سو سال تک مسلمانوں کے لیے اذیت کا باعث بنی رہی۔

(۳۰) ۶۵۶ھ میں خلیفہ بغداد کا وزیر علقمی شیعہ تھا اور ہلاکو خان کا وزیر نصیر طوسی بھی شیعہ تھا دونوں نے مشورہ کر کے عباسی خلیفہ کو منگولوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا اور عباسی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سازش میں ایک کروڑ ۲ لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور عباسی علوی آویزش ختم ہوئی، مگر مسلمانوں کی ساڑھے چھ صدیوں کی حکومت کا خاتمہ کر کے سبائیوں نے دم لیا۔

ہندو پاکستان میں خلجیوں نے جاسوسی کا نظام ایسا سخت رکھا تھا کہ کسی سازش کو پنپنے کا موقعہ نہ ملا۔ مگر سبائی خفیہ طور پر سرگرم عمل رہے، فیروز تغلق کے زمانے میں "رسالہ فتوحات فیروز شاہی" لکھا گیا، اس میں اس سبائی تحریک کا ذکر یوں ملتا ہے:

"کچھ لوگ دہریت کے رنگ میں کفریہ عقائد پھیلا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اباحیت کی دعوت دیتے ہیں۔ ایک رات کو ایک مقررہ مقام پہ جمع ہوتے ہیں مرد عورتیں محرم نامحرم سب اکٹھے ہوتے ہیں، شراب پیتے ہیں کہتے ہیں یہ عبادت ہے۔ رات کو جس عورت کا دامن جس کے ہاتھ آجاتے وہ رات بھر اس سے زنا کرتا رہے ان کو شیعہ و روافض کہتے ہیں۔
خلفاء راشدین اور صدیقہ کائنات اور صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں، قرآن مجید کو صحیفہ عثمانی کہتے ہیں، لواطت کرتے ہیں اور ایسی حرکات کرتے ہیں جو دین اسلام میں جائز نہیں۔"

تیمور شیعیت کی طرف مائل تھا۔ ہمایوں کی وجہ سے شیعیت کا عمل دخل بڑھنے لگا۔ میر فتح اللہ شیرازی ہندوستان کا صدر الصدور مقرر ہوا، نور اللہ شوستری، حکیم ہمام اور حکیم ابو الفتح کے ذریعے سبائیت عروج کو پہنچی ۹۹۹ھ میں حلال و حرام کے نئے شاہی احکام

صادر ہوئے۔

دسویں صدی کے شروع میں شاہ طاہر اسماعیلی باطنی نے دکن سلاطین کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ۹۲۶ھ میں بیجاپور کی عادل شاہیہ کو شیعہ بنایا اور فساد برپا کرنے لگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ مذہب ترک کیا تو پبلک نے شکھ کا سانس لیا۔

شاہ طاہر وہاں سے بھاگ کر احمد نگر پہنچا اور برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو سبائیت کا پیرو بنایا۔ نظام نے خطبہ جمعہ میں سے خلفائے راشدینؓ کا نام خارج کر کے بارہ اماموں کے نام داخل کر دیئے، تبرا کرنے والوں کے شاہی خزانے سے ظیفے مقرر ہوئے۔

شاہ طہماسپ صفوی شاہِ ایران کو جب یہ خبر ملی تو نہایت قیمتی تحفے برہان نظام شاہ طاہر کو بھیجے، یہ وہ زمانہ تھا کہ ہمایوں ایران میں شاہِ طہماسپ کا مہمان تھا۔

دسویں صدی کے خاتمے پر احمد نگر بیجاپور گولکنڈہ اور باقی سارے دکن میں سبائیت کا زور ہو گیا۔

نواب صفدر جنگ حاکمِ اودھ سبائی تحریک کا پیشوائے اعظم تھا اور روہیلکھنڈ کے پٹھان پکے مسلمان تھے، نواب اودھ کی روہیلوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ نواب نجیب الدولہ نے روہیلکھنڈ میں دینی تعلیم کی اشاعت کے لیے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کیا صفدر جنگ نے اس دین پسندی کا انتقام لینے کے لیے اور روہیلکھنڈ کو برباد کرنے کے لیے مرہٹوں کو فوجیں لانے کی دعوت دی۔ روہیلکھنڈ کے مسلمانوں نے مرہٹوں کا خوب مقابلہ کیا مگر مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا، احمد شاہ درانی نے پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹوں کا زور توڑا۔ صفدر جنگ کے جانشین شجاع الدولہ شاہ اودھ نے انگریزوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور بریلی کی طرف پیش قدمی کر دی، روہیلکھنڈ کے مسلمان بُری طرح روند ڈالے گئے۔ سبائیت کی تحریک اور انگریزوں کی مدد سے روہیلکھنڈ ۱۲ ویں صدی کے آخر میں برباد ہوا۔ اور تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں اس متفقہ کوشش سے

دہلی کی اسلامی سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

بغداد کی اسلامی سلطنت سبائی تحریک کے نمائندہ علقمی اور نصیر طوسی کی سازش سے تباہ ہوئی اور دہلی کی اسلامی سلطنت اسی تحریک کے نمائندہ شجاع الدولہ کی سازش سے برباد ہوئی۔

شام

ملک شام پر کافی دیر تک فرانس کا قبضہ رہا ۱۹۴۶ء میں شام آزاد ہوا۔ آزادی سے لے کر ۱۹۷۱ء تک سُنّی مسلمانوں کی حکومت رہی۔ اور علویوں (شیعہ) کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ چونکہ علویوں کی آبادی ۱۲½ فیصد تھی، فرانسیسی دورِ حکومت میں پارلیمنٹ میں شیعہ مخصوص اقلیتی سیٹوں پر خاموشی سے بیٹھے رہے ۱۹۴۶ء کے بعد اسلامی حکومت آتے ہی علویوں اور اسماعیلیوں نے مل کر سلیمان المرشد کی زیرِ کمانڈ حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جو کچلی دی گئی۔ اور سلیمان المرشد مارا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں شیعہ اور اسماعیلیوں میں سلیمان المرشد کے لڑکے مجیب کی قیادت میں بغاوت کی اور یہ بھی ناکام ہوئی اور مجیب بھی قتل ہو گیا۔ ۱۹۵۴ء میں علویوں کے فرقہ دروزنے پھر بغاوت کی جو ادیب الششکلی مسلمان قائد نے پھر کچلی دی ۱۹۵۵ء میں شیعہ کے تینوں گروہوں یعنی علویوں، اسماعیلیوں اور دروز نے بعث پارٹی میں شرکت کی جو سیکولر، اور سوشلسٹ ہے، اور شامی نیشلسٹ کا نعرہ بلند کیا جو مقبول ہوا ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۱ء تک مصر کے ساتھ اتحاد کی وجہ سے تمام پارٹیاں کالعدم رہیں، جس کی وجہ سے علویوں کی تحریک پورے زور سے نہ چل سکی ۱۹۶۱ء میں بعث پارٹی کی کوشش سے مصری شامی اتحاد ختم ہوا۔ الحاق کے خاتمہ پر علویوں کی جماعت بعث اپنے سوشلسٹ نظریات کی بنیاد پر کامیاب ہو چکی تھی، چنانچہ بعث پارٹی سے وابستہ علوی فوجی افسران نے بغاوت کر دی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک علویوں کے جنرل صالح الجدید کے زیرِ کمانڈ بعث پارٹی

اور علوی فوجی افسران نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور ۲۲ر جنوری ۱۹۷۱ء میں موجودہ صدر حافظ الاسد نے اقتدار پر قبضہ کر کے تمام سُنّی مسلمانوں کا صفایا کر دیا، ان کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اور سُنّی ۸۰ فیصد آبادی کو بے دست و پا کر دیا گیا۔ اور ملک پر غیر اسلامی اور سوشلسٹ حکومت قائم کر کے اسلام گوشہ نشین کر دیا گیا۔ اسی طرح ایک اسلامی مُلک سوشلسٹ ملک میں تبدیل ہوا۔ اور تمام سُنّی تنظیمیں ختم کر دی گئیں، ماضی قریب میں جب بھٹو کے لڑکوں اور پیپلز پارٹی کے باغی کارکنوں نے پی آئی اے جہاز کو اغوا کیا اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا تو وہ بھی ملک شام تھا۔ جو پاکستان کے خلاف ہر سازش میں پیش پیش رہا چونکہ وہ پاکستان کو اہل اسلام کا قلعہ سمجھتے ہیں۔

مُلک ایران

شاہ ایران کے فرار کے بعد امام خمینی کے زیر کمانڈ آنے والے انقلاب میں اہلِ سُنّت کردوں کو پہلے قتل کیا گیا۔

تمام اہلِ سُنّت علماء اہلسنت جرنیلوں کو قتل کیا گیا یا وطن بدر کیا گیا، مسجدوں کو تالے لگا کر آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا، مسجد دیکھنے کے لیے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ اور اپنی فقہ نافذ کی، اور کسی دوسرے فرقے کو پرچار یا اپنے خیالات کے اظہار سے روک دیا گیا، حتیٰ کہ سفیروں کے دفتروں میں بھی نماز شیعہ امام کے پیچھے ادا کرنی پڑتی ہے اور کوئی مسلمان کوئی مذہبی رسوم ادا نہیں کر سکتا، حج پر حاجیوں کی وساطت سے ہر سال حجاز مقدس میں فساد کرایا جاتا ہے پاکستان میں مسلح رضا کار بھیج کر کوئٹہ میں بغاوت کرائی گئی، عراق اور تمام عرب ملکوں کے ساتھ حالت جنگ کا اعلان ہے اسلحہ اسرائیل سے حاصل کیا جا رہا ہے، مسلمان ملکوں سے تعلقات ختم کر کے ہندوستان سے مراسم بنائے جا رہے ہیں۔

عالمِ اسلام متنبہ ہو جائے

خمینی حکومت کا اسرائیل سے گٹھ جوڑ

سوادِ اعظم اہلِ سُنّت پاکستان

مریکی ٹیلی ویژن نٹ ورک" اے بی سی" نے تل ابیب میں مقیم اپنے نمائندے کا اسرائیل کے وزیر اعظم "بیگن" سے انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا ہے۔ اس میں وزیر اعظم بیگن نے اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل نے عراق سے دشمنی کی بنا پر ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کا سمجھوتہ کیا تھا، بیگن نے کہا کہ اسرائیلی قانون انہیں اسلحہ کی فراہمی کے سمجھوتے کی تفصیلات ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اس لیے وہ کسی خبر کی تردید یا تصدیق کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اسی پروگرام میں ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کو بھی پیش کیا گیا جنہوں نے تصدیق کی کہ ایران اور اسرائیل کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت ایران کو اسرائیل سے اسلحہ اور فاضل پرزے فراہم کیے گئے ہیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انہوں نے ایران کے مذہبی رہنما خمینی کو بتایا تھا کہ اسرائیل سے اسلحہ خریدنے کے مقابلہ میں عراق سے صلح کر لینا بہتر ہے۔

اسی پروگرام میں اے بی سی نے امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کے سابق پریس سیکرٹری جوڈی پاول کا انٹرویو بھی ٹیلی کاسٹ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ جب وہ صدر امریکہ کے پریس سیکرٹری تھے اسی زمانے میں ایران اور اسرائیل کے درمیان معاہدہ ہوا تھا اور اس سلسلہ میں بڑی رازداری اور احتیاط برتی گئی تھی، امریکہ کو احساس تھا کہ ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزوں کی شدید ضرورت درپیش ہے ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ایران نے اسرائیل سے اسلحہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے خود کارٹر انتظامیہ نے اسرائیلی حکام کو ایران کی ضروریات سے آگاہ کیا تھا اور اسرائیل نے اس معاملہ میں ہمدردی سے غور

کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔

نتیجۃً ایرانی حکام نے صیہونی ریاست سے تعاون اور گٹھ جوڑ کرنے میں بڑی سرگرمی سے کام لیا اور اسرائیل سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا۔ دونوں ملکوں کے درمیان جو سودا اور معاہدہ ہوا تھا بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پوری دنیا اس سے آگاہ ہو چکی ہے اور خمینی اور مجتہدین کی ذہنیت کا ماتم کر رہی ہے۔ سویت یونین میں ارجنٹائن کے طیارے کے مار گرانے کا واقعہ سے ایرانی قیادت کے چہرے سے نقاب اٹھ گیا ہے، اب ایجنٹوں کے نام، سوئٹزرلینڈ میں رابطہ کی تفصیلات، دلال، متعلقہ بحری جہاز ایران کو فراہم کیے جانے والے اسلحہ کی فہرست اسلحہ اور فاضل پرزوں کی قیمت کی ادائیگی کے کوائف سب ہی طشت ازبام ہو چکے ہیں اور ان سے ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کی اس بات میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اسرائیل کافی عرصہ سے ایران کو اسلحہ فراہم کرتا رہا ہے۔ ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو ایران کے اسلامی انقلاب کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔

ہفتہ ۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کی فضائی کمپنی کا ایک طیارہ سی ایل ۴۴ سوویت یونین کی جمہوریہ آرمینیا میں "یارفین" کے علاقے میں مار گرایا گیا، طیارہ تل ابیب سے تہران کو بارہ میں سے تیسری پرواز پر تھا، طیارے میں گولہ بارود اور امریکی ساخت کے فاضل پرزے تھے جو اسرائیل برسرپیکار ایران کی حکومت کو حسب معاہدہ فراہم کر رہا ہے۔

بعد ازاں جمعرات ۲۰ اگست ۱۹۸۱ء کو امریکی ٹیلی ویژن نیٹورک اے بی سی نائٹ لائن کے عنوان سے ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ کیا گیا، اس پروگرام میں ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کا ایک انٹرویو امریکی عوام کے لیے پیش کیا گیا مسٹر ابوالحسن بنی صدر نے انکشاف کیا کہ اسرائیل سے ایران کی مسلح افواج کے لیے اسلحہ اور گولہ بارود کی فراہمی کا سلسلہ کافی عرصے سے جاری ہے انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ اسرائیل سے اسلحہ کی خریداری کا کام ان کی نگرانی میں ہوا تھا اور اس سلسلہ میں اسرائیل اور ایران کے درمیان معاہدہ امام خمینی کے حکم پر کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے خمینی اور

ایرانی مجتہدین کو مشورہ دیا تھا کہ اسرائیل سے اسلحہ خریدنے کی بجائے عراق سے تعلقات کو معمول پہ لایا جائے اور امن قائم کر لیا جائے خمینی اور ایرانی مجتہدین نے یہ مشورہ قبول نہ کیا کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ ایران اور عراق میں جنگ بند ہو گئی تو ایرانی عوام کو ان کی غلط کاریوں پہ توجہ دینے کا موقع مل جائے گا۔ اور اس طرح ان کی ظالمانہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا۔ مسٹر بنی صدر نے کہا اسرائیل سے اسلحہ کا حصول عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اس سے خمینی اور مجتہدین کی اقتدار پسندی کی نشاندہی ہوتی ہے جس نے ان کے دل و دماغ کو مدہوش کر رکھا ہے۔

مسٹر بنی صدر نے کہا کہ خمینی اور ان کے دست راست مجتہدین نے جس طرح اسرائیل سے تجارتی سمجھوتے کو عراق سے جنگ بندی پر ترجیح دی ہے ان کی ذہنیت پہ جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

جمعہ ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء کو قبرص کی حکومت کے ایک سرکاری ترجمان نے نکوسیا میں بتایا کہ ارجنٹائن کا ایک طیارہ سی ایل ۴۴ تیل لینے کے لیے لارنیکا کے ہوائی اڈے پر ۱۷ اگست ۱۹۸۱ء کو اترا تھا۔ یہ طیارہ معمول کی وازوائی آر ۴۴ ۲ پہ تھا قبرص کے سرکاری ترجمان نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بتائیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہی طیارہ تل ابیب سے تہران جاتے ہوئے ۱۱ اگست ۱۹۸۱ء کو بھی قبرص میں اترا تھا۔ اس طیارے میں پچاس صندوق تھے جن کا وزن ۷،۵۰ کلو گرام تھا اس پرواز کا کیپٹن سپیکر میفرئی تھا۔

(۲) ۱۲ اگست ۱۹۸۱ء کو تہران سے تل ابیب جاتے ہوئے بھی ایک اور طیارہ لارنیکا میں اترا تھا اس طیارے کا کیپٹن سپیکر کارڈیرو تھا۔

(۳) ۱۳ اگست ۱۹۸۱ء کو صبح ہونے سے قبل تل ابیب سے تہران جاتے ہوئے ایک اور طیارہ لارنیکا میں اترا تھا، یہ طیارہ تہران سے واپس آیا تھا اور تل ابیب جا رہا تھا۔ اس کا کیپٹن بھی سپیکر کارڈیرو تھا۔

ان حقائق سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایران اور اسرائیل کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ خفیہ نہیں رہ سکا تھا اور ایران کی اعلیٰ قیادت کے سبھی لوگ اس سے آگاہ تھے، اب قبرص کے سرکاری ترجمان اور ایران کے سابق صدر کے بیانات کا جائزہ لیجئے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ایران کو اسرائیل سے اسلحہ اور فاضل پرزوں کی فراہمی کا معاہدہ خمینی اور مجتہدین کی رضامندی علم اور خواہش پر ہوا تھا جنہیں عرب اور مسلمانوں کی بہبود سے کوئی سروکار نہیں ہے انہوں نے اسرائیل سے اسلحہ اسلامی ملک سے جنگ کے لیے حاصل کیا تھا

روس میں ارجنٹائن کے طیارے کو مار گرانے کا جو واقعہ پیش آیا، نکوسیا میں قبرصی حکومت کے ترجمان نے جو سرکاری بیان جاری کیا اور امریکہ میں ایران کے سابق صدر بنی صدر کا جو انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا گیا ان پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایران کی حکومت عراق سے جنگ کے ابتدائی ایام ہی سے اسرائیل سے اسلحہ حاصل کرتی رہی ہے۔ ان حقائق سے خمینی اور مجتہدین کے دوسرے چہروں سے نقاب اُٹھ جاتا ہے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ایرانی عراق کے علاقے میں جاسوسی کے لیے اسرائیل کی فنی مہارت سے کام لیتے ہیں یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ عراق سے حالیہ جنگ میں ایران کی جملہ ضروریات وہی اسرائیل پوری کرتا ہے جو عراق کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک کے اخبارات اور جرائد میں جو تفصیلات اور کوائف شائع ہوئے ہیں ان کے پیشِ نظر اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ عراق کو نقصان پہنچانے میں اسرائیل اور ایران کا گٹھ جوڑ بہت عرصے سے قائم ہے۔

مثال کے طور پر پیرس سے شائع ہونے والے جریدے "افریک ایشیے" کو ہی لے لیجیے اس میگزین میں ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو تہران کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیل کے سول اور فوجی ماہرین کا ایک وفد تین دن کے دورے پر تہران آیا تھا اس دورے کا مقصد ایران کی دفاعی اور اسلحی ضروریات کا اندازہ لگانا تھا کہ ایران کی ضروریات کیمطابق

امریکی اور اسرائیلی ساخت کے فاضل پرزے اور اسلحہ فراہم کر دیا جائے۔
اسی طرح ۲، نومبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ کے اخبار "آبزرور" میں تہران کا ایک مکتوب شائع ہوا اس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ عراق سے جنگ کے لیے اسرائیل نے ایران کو بہت بڑی مقدار میں اسلحہ فراہم کر دیا ہے اسی مکتوب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ اسلحہ ایران کو بندر عباس چاہ بہار اور بوشہر کی بندرگاہوں کے راستے پہنچایا گیا ہے۔
۳ نومبر ۱۹۸۰ء کو مغربی جرمنی کے ایک اخبار "ڈائی ویلٹ" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اسرائیل نے ایران کو ایف چار لڑاکا طیاروں اور دوسری جنگی مشینری کے فاضل پرزے فراہم کر دیے ہیں، یہ انکشاف بھی کیا گیا کہ ایران کو فاضل پرزوں کی فراہمی بحری راستے کی گئی اور یہ کہ اسرائیل سے ایران کو فاضل پرزے مہیا کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔
ایران اور اسرائیل میں جو سمجھوتہ اور گٹھ جوڑ ہے اس کی کچھ تفصیلات پیرس سے شائع ہونے والے جریدے "الوطن العربی" کے ۵ نومبر ۱۹۸۰ء کے شمارے میں فرانس کے جریدے "می سٹی ڈی" کے ۱۱ نومبر ۱۹۸۰ء کے شمارے اور "جان افریق میگزین" کے ۱۴ نومبر ۱۹۸۰ء میں چھپی ہیں "الوطن العربی" کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزے بذریعہ بحری جہاز کے ذریعے بھیجے تھے، یہ سامان انٹورپ کی بندرگاہ پہ لادا گیا تھا، متذکرہ بحری جہاز کئی یورپی ممالک ہوتا ہوا ایران پہنچا تھا "ڈی سٹی ڈلی میگزین" نے اس سلسلہ میں تفصیلات شائع کیں ان میں بتایا گیا ہے کہ اسلحہ کے اسرائیلی سوداگروں اور ایرانی حکام کے بیان ایک ... ہوا ہے جس کے مطابق کافی عرصے سے اسرائیل ایران کو خفیہ طور پہ اسلحہ فراہم کر رہا ہے اسی طرح "جان افریق میگزین" نے اطلاع دی کہ اسرائیل ہالینڈ کے راستے ایران کو اسلحہ اور جنگی طیاروں کے فاضل پرزے مہیا کر رہا ہے
کویت کے "اخبار السیاسہ" ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو پیرس کے باخبر ذرائع کے حوالے سے خبر دی کہ اسرائیل نے ایران کو ایف ۵ قسم کے چھ طیارے مہیا کیے ہیں یہ طیارے پرانے

تھے ایران بھیجنے سے قبل ان کی مرمت اور سروس کا کام مغربی یورپ کے ایک ملک کی وساطت کرایا گیا تھا۔

۱۵ر جولائی ۱۹۸۱ء کو امریکی ٹیلی ویژن نیٹورک سی بی ایس نے انکشاف کیا کہ کافی مدت سے اسرائیل ایک سمجھوتے کے تحت عراق کے خلاف ایران کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے۔

سمجھوتے پر سرگرمی سے عمل درآمد جولائی ۱۹۸۱ء کے پہلے ہفتے سے شروع ہوا ہے پہلے مرحلے میں اسرائیل نے ایران کو ایک کروڑ امریکی ڈالر کا جنگی ساز و سامان فراہم کیا ہے مجموعی طور پر اسرائیل سے ایران کو دس کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر کا اسلحہ اور فاضل پرزے ملے ہیں۔ ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کے لیے اسرائیل نے ایران سے فضائی رابطہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ اسرائیل سے طیاروں کے ذریعے اسلحہ کی فراہمی ۱۲ر جولائی ۱۹۸۱ء کو شروع ہوئی، اسرائیل نے اس مقصد کے لیے برطانوی ساخت کے برسٹول طیارے استعمال کیے ہیں۔

۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء کو اسرائیل کے جریدے "معارف" میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایرانی حکومت نے اسرائیل سے براہ راست اور مختلف ایجنسیوں کی وساطت سے مختلف النوع اسلحہ فراہم کرنے کی درخواست کی ہے، ایران نے بہت بڑی مقدار میں اسرائیل سے فاضل پرزے بھی منگائے ہیں۔ اسی جریدے نے یہ انکشاف بھی کیا کہ ایران اور اسرائیل میں اسلحہ کی فراہمی کی بات چیت امریکہ کی طرف سے ایران کو اسلحہ کی فروخت پر پابندی سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھی۔

ارجنٹائن کے دو اخبارات "کروشیا اور لابریتیا" میں ۲۴ر جولائی ۱۹۸۱ء کو جو خبریں شائع ہوئیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ سویت روس نے ارجنٹائن کے جس طیارے کو مار گرایا ہے وہ تل ابیب سے اسلحہ ایران لے جا رہا تھا۔

لندن کے جریدے "سنڈے ٹائمز" نے ۲۶ر جولائی ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کے طیارے کے سویت یونین میں مار گرانے کی تفصیلات شائع کی ہیں، اخبار کی رپورٹ کے مطابق جس شخص کو اسرائیلی اسلحہ ایران کے حوالے کرنا تھا وہ برطانیہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا نام سٹیورٹ

میکفرٹائی بتایا گیا ہے اخبار کی اطلاع کے مطابق مسٹر سٹیورٹ کو اس معاملہ میں سوئٹر رلینڈ کے ایک ایجنٹ "اینڈ ریز جینے" نے شریک کیا تھا۔ ان دونوں ایجنٹوں نے ۱۲-۱۴ اور ۱۷ جولائی کو ایران کو اسرائیل اسلحہ کی تین کھیپ پہنچائی تھیں چوتھی کھیپ جاری تھی کہ سوویت یونین میں طیارہ ہی مار گرایا گیا "سنڈے ٹائمز" نے "اینڈ ریز جینے" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسرائیلی حکام نے بڑا زور دیا تھا کہ اسلحہ اور فاضل پرزوں کی تمام کھیپیں جتنی جلد ممکن ہو طیارے کے ذریعہ تل ابیب سے ایران پہنچادی جائیں "اینڈ ریز جینے" نے بتایا کہ اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جو اسلحہ اور فاضل پرزے ایران بھیجنا مقصود تھے۔ ان کی مقدار اور تعداد کیا ہے۔

کافی عرصے تک ایرانی حکام زور دیتے رہے کہ تل ابیب سے تہران طیاروں کے ذریعے اسلحہ بھیجنے کے لیے قبرص کے لارنیکا ہوائی اڈے کو مختصر قیام اور تیل وغیرہ لینے کے لیے استعمال کیا جائے۔ انہوں نے اس میں یہ مصلحت دیکھی تھی کہ اس قسم کی کارروائی کے لیے قبرص کا راستہ ہی سب سے اچھا اور محفوظ ترین تھا۔

"سنڈے ٹائمز" نے "اینڈ ریز جینے کے حوالے سے مزید لکھا ہے کہ خود اسے یقین تھا کہ ان فلسطینی مجاہدین آزادی پی، ایل، او نے جو قبرص میں موجود تھے، سوویت حکام کو طیاروں کے ذریعہ اسرائیل سے ایران کو اسلحہ کی ترسیل کی خبر دی تھی اور یہی اطلاع طیارے کو روس کے علاقے میں مار گرانے کا موجب بنی ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو فرانس کے اخبار "لی فیگارو" میں بھی سوویت یونین میں ارجنٹائن کے طیارے کے مار گرانے اور اسرائیل و ایران کے درمیان فوجی گٹھ جوڑ کی تفصیلات شائع ہوئی ہیں، اس اخبار نے اس ضمن میں جو کچھ لکھا اس کا لب لباب یہ ہے کہ خمینی نے لندن کی کمپنی سے خفیہ رابطہ قائم کیا تھا یہ کمپنی اسرائیل سے خفیہ تجارتی روابط رکھنے میں خاصی مشہور ہے اور اسرائیل کے مفاد کے لیے کام کرتی ہے اس دن جرمنی کے ایک جریدے ڈیر سپیگل نے ایک رپورٹ شائع کی اس میں کہا گیا ہے کہ ایران کی "اسلامی جمہوریہ" نے اسلحہ کے حصول کا ایک

اور ذریعہ تلاش کیا ہے یہی نیا ذریعہ کافی عرصہ سے خمینی کی خدمت کر رہا ہے اسی وسیلے سے ایران یورپی ممالک کے راستے اسرائیلی ہتھیار اور دوسرا جنگی سازوسامان حاصل کریں گے اس راستے سے ایران کو اسرائیل سے فاضل پرزے بھی مہیا ہوتے رہیں گے ۔

۲۹ جولائی ۱۹۸۱ء کو سوئٹزرلینڈ کے جریدے "ٹریبون ڈی لازان" میں ایک خصوصی مکتوب تہران شائع ہوا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ سوئٹزرلینڈ کے ایک ایجنٹ نے فراہم کرنے کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ اس نے یہ کام زیوریچ کا ٹونل کے ذریعہ سرانجام دیا ہے متذکرہ صدر مکتوب "ایران کے لیے اسرائیل" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی فراہمی کسی بھی طور پر غیر قانونی کارروائی نہیں ہے غیر قانونی بات صرف یہ ہوئی ہے کہ سوئٹزرلینڈ کو کسی طرح سے ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی خفیہ فراہمی کی اطلاع مل گئی ہے قباحت صرف یہ ہوئی ہے کہ اسرائیل اور ایران کے اس خفیہ سمجھوتے کے سلسلہ میں سوئٹزرلینڈ کا نام لیا جا رہا ہے ۔

امریکی ٹیلی ویژن نیٹ ورک "اے بی سی" نے ۲۰ اگست ۱۹۸۱ء سے سہ روزہ پروگرام ٹیلی کاسٹ کرنا شروع کیا تھا، اس میں بھی ایران اور اسرائیل اسلحہ کی خریداری کے سمجھوتے پر روشنی ڈالی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اسرائیل کافی عرصے سے ایران کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے اس سلسلہ میں اے بی سی ٹیلی ویژن نیٹ ورک کے نمائندوں نے جو سروے کیا اس سے بھی تصدیق ہو گئی کہ ایران کو اسرائیلی اسلحہ کی فراہمی کا کام سوئٹزرلینڈ کے ایک ایجنٹ کے ذریعہ سرانجام پایا ہے اس پروگرام میں متعلقہ افراد کے نام اور ان اشیاء کی تفصیل بھی بتائی گئی جو اسرائیل سے ایران بھیجی گئی ہیں۔ اسی پروگرام میں دستاویز بھی دکھائی گئیں جن میں دونوں ملکوں کے درمیان رقوم کے لین دین کے کوائف درج تھے، زیوریچ کا ٹونل میں ایک فریق سوئٹزرلینڈ میں اسرائیلی سفارت خانے کا فوجی اتاشی تھا۔

"اے بی سی" نے جو تفصیلات ٹیلی کاسٹ کی ہیں وہ ایران اور اسرائیل کے مجموعی سمجھوتے

پر مجبط نہیں ہیں۔ البتہ اس سے یہ حقیقت ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ اسرائیل سے ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزوں کی فراہمی کا سلسلہ کافی عرصے سے جاری تھا بالکل یہی وہ بات ہے جو ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر عالمی ذرائع ابلاغ کو بتاتے رہے ہیں۔

"بی بی سی" نے ایک اور دلچسپ حقیقت یہ ٹیلی کاسٹ کی ہے کہ فرانس کے ایک فنی ماہر نے ستمبر ۱۹۸۰ء میں ایران کا دورہ کیا تھا یہ ایران عراق جنگ شروع ہونے سے پہلے کی بات ہے، دورے کی دعوت ایران کی حکومت نے دی تھی ستمبر کے اواخر میں یہ دورہ شروع ہوا ایران کی وزارت جنگ، ایران کی بحریہ اور فضائیہ کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لیے فرانس کے دو اور ماہروں کو ایران آنے کی دعوت دی تھی۔ انہوں نے یہ رائے ظاہر کی اگرچہ ایرانی فضائیہ میں ایف چار قسم کے طیاروں کی کمی نہیں ہے تاہم طیاروں کی سروس اور مرمت کی فوری ضرورت ہے علاوہ ازیں ایرانی فضائیہ کے بیڑے میں ایف چار قسم کے مزید طیارے بھی شامل کیے جائیں فرانسیسی ماہرین کے اس جائزے کے بعد فرانس ہی ایران نے اسرائیل کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا۔ اسی کے نتیجے میں اسرائیل نے فرانس کے ایک جنوب مغربی ائرپورٹ پر اکتوبر ۱۹۸۰ء ایف چار قسم کے مزید طیارے بھی شامل کیے جائیں فرانسیسی ماہرین کے اس جائزے کے بعد فرانس ہی میں ایران نے اسرائیل کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اسی کے نتیجے میں اسرائیل نے فرانس کے ایک جنوب مغربی ائرپورٹ پر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ایف چار قسم کے طیارے مہیا کر دیئے تھے، مجموعی طور پر اسرائیل نے ایران کو ڈھائی سو آواز سے تیز رفتار طیاروں کے فاضل پرزے فراہم کیے علاوہ ازیں ایران کو وافر مقدار میں ایف چار قسم کے طیارے اور جدید ترین ماڈل کے پچاس سکارپین ٹینک بھی دیئے گئے اسرائیل نے ایک اطالوی بندرگاہ کے راستے ایران کو ایم بہم قسم ٹینکوں کے فاضل پرزے بھی بھاری مقدار میں برآمد کیے ہیں، یہ تمام سامان لکسمبرگ کے جہاز کارگولکس میں لادا گیا اور اسے ترجیحی بنیادوں پر تہران پہنچایا گیا۔ اس اسلحہ اور طیاروں کی قیمت کی ادائیگی زیورچ میں کی گئی۔

اسرائیل کے فوجی اتاشی نے تین لاکھ ڈالر کی پہلی قسط وصول کی تھی اسرائیل نے اسی قسم کا سامان پرتگال کے راستے بھی ایران کو برآمد کیا ہے۔

۲۶ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایران کی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان جاری کیا تھا اس میں ایران کے "اسلامی انقلاب" کے خلاف "ایسوسی ایٹڈ پریس (اے پی)" کی خبر کی تردید کی گئی تھی۔ ایران کے سرکاری بیان میں اس خبر کو سفید جھوٹ قرار دیا گیا تھا کہ ارجنٹائن کا ایک طیارہ سوویٹ یونین میں مار گرایا گیا ہے، بیان میں مزید کہا گیا تھا کہ یہ خبر مخصوص مفادات رکھنے والے بعض عناصر کے ذہن کی اختراع ہے۔

ایران ہی کے سرکاری بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خبر رساں ایجنسی "اے پی" نے جس واقعہ کا انکشاف کیا ہے اس کا تعلق روس کی ایک حرکت سے ایران کا ارجنٹائن کے طیارے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ جب پوری دنیا کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ روس میں جس طیارے کو مار گرایا گیا ہے تل ابیب سے تہران اسلحہ اور فاضل پرزے لے کر جارہا تھا ایرانی وزارتِ خارجہ نے متذکرہ صدر تردیدی بیان جاری کیا ہے اس مرحلے میں یہ سوال ابھرتے ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ طیارہ تو روس میں گرتا ہے اس سلسلہ میں ایسوسی ایٹڈ پریس جو خبر دیتا ہے اس کی تردید ایرانی حکام کر رہے ہیں؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری دنیا تو اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ روس میں ارجنٹائن کا طیارہ گرایا گیا ہے، طیارے کا ملبہ بھی روس میں مل گیا اس کے باوجود ایرانی اسی بات پر اڑے ہوتے ہیں کہ طیارہ میں اسلحہ نہیں تھا؟

ایک طرف تو ایرانی حکام کہتے ہیں کہ روس نے کوئی طیارہ گرایا ہی نہیں ہے ساتھ ہی وہ یہ اصرار بھی کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا تعلق روس سے ہے اور یہ کہ طیارے میں جو اسلحہ تھا وہ ایران نہیں لایا جارہا تھا یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ جب ایرانی وزارتِ خارجہ

اپنا تردیدی بیان جاری کر چکی تو روسیوں نے بھی ۲۳ جولائی ۱۹۸۱ کو خود ایک بیان جاری کیا، اس میں کہا گیا ہے کہ ایران نے جو دعوے کیے ہیں درست نہیں، روس یہ بھی جانتا ہے کہ ایرانی انقلاب کے خلاف شوسے چھوڑے اور خبریں پھیلائی جاتی ہیں، تاہم یہ حقیقت ہے کہ روس میں ارجنٹائن کا طیارہ گرایا گیا ہے اس کا براہ راست ایران سے تعلق ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایران کے وزیر برائے قومی امور اور ایرانی حکومت کے سرکاری ترجمان" بہزاد نبوی" نے تہران میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ایران کو علم ہے کہ روس میں ایک طیارہ مار گرایا گیا ہے تاہم انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ یہ طیارہ تل ابیب سے اسلحہ اور فاضل پرزے تہران لا رہا تھا یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہزاد نبوی نے اسی پریس کانفرنس میں یہ بھی کہہ ڈالا کہ طیارہ تہران سے واپس جا رہا تھا وہ ایران نہیں آ رہا تھا۔

اب متذکرہ صدر بیانات پر ایک نظر ڈال لیجئے اس قصے کے ایک انتہائی سنسنی خیز حصے سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ ۲۸ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر ہاشمی رفسنجانی نے ایران کے روزنامہ کیہان کو ایک انٹرویو دیا اور ایرانی ریڈیو سے بھی ان کا ایک بیان نشر ہوا اس میں بتایا گیا کہ طیارہ تو بلاشبہ ایران ہی آ رہا تھا تاہم اس میں اسلحہ اور فاضل پرزے نہیں تھے، اسے تو اس وقت مار گرایا گیا ہے جب اس نے سامان کی کھیپ ایران پہنچا دی تھی اور وہ تہران سے واپسی کی پرواز پر تھا۔

۱۹ اگست ۱۹۸۱ء بیروت میں ایران کے ناظم الامور محسن الموسوی نے ایک اخباری بیان بتایا کہ ایران نے کھلی عالمی منڈی سے اسلحہ خریدا تھا اور اسے بحری راستے سے آئس لینڈ سے قبرص پھر سے قبرص سے ارجنٹائن کے طیارے نے اسے تہران پہنچایا ہے انہوں نے مزید بتایا کہ روس میں جو طیارہ گرایا گیا ہے وہ اسلحہ کی باربرداری کی پرواز پر تھا۔

ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی پارس نے جسے اب ارنا کہتے ہیں ۲۳ اگست ۱۹۸۱ء

کو ایک اور ہی خبر دی ۔ اس خبر میں ایران کے وزیر خارجہ حسین موسوی کے منہ میں یہ بات ڈالی گئی ہے" اگر ایران نے اسرائیل سے اسلحہ خریدا ہی ہے تو پھر یہ سودا ابوالحسن بنی صدر نے کیا ہوگا وہی ایران کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر تھے اور انہی کو اپنی مرضی کے مطابق ہر جگہ سے اسلحہ خریدنے کا اختیار حاصل تھا۔"

دراصل ایرانی رہنما اور حکام نہ صرف اسرائیل سے اسلحہ کی خریداری کے سودے پر دہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ وہ روس میں ارجنٹائن کے طیارے مار گرانے کے بارے میں متضاد بیانات بھی جاری کرنے کے مرتکب ہوتے رہے ہیں لیکن ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء کو قبرص کے سرکاری ترجمان نے جو دوٹوک بیان جاری کیا ہے اس سے ہر بات کھل کر سامنے آگئی ہے اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اسرائیل نے خفیہ معاہدہ کے تحت ایران کو اسلحہ فراہم کیا ہے۔

پچھلے دنوں ایرانی قونصل جنرل نے ایک بیان میں کہا ہے کہ لبنان میں مسلمانوں کے قتل عام کے موقع پر حکومت ایران نے اپنے سپاہی لبنان بھیج دیے تاکہ فلسطینی مسلمانوں کا دفاع کیا جا سکے، حقیقتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے، لبنان کے صابرہ اور شتیلہ کیمپوں میں مسلمانوں کو جو وحشیانہ قتل عام ابھی حال ہی میں ہوا ہے اس کی تفصیلی رپورٹ بین الاقوامی ہفت روزہ "نیوز ویک" مورخہ ۴ راکتوبر ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس چونکا دینے والی رپورٹ میں غیر ملکی میڈیکل مشن کے ارکان کے حوالے سے انکشاف کیا گیا ہے کہ میجر حدّاد کی جس فوجی ملیشا نے فلسطینی اور غیر فلسطینی مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ اس میں دو تہائی قاتل خمینی کے ہم عقیدہ شیعہ تھے اور یہ کہ ان کیمپوں میں جو اکّا دکّا شیعہ مقیم تھے، شناخت ہونے پر صرف ان کی جان بخشی کر دی گئی مگر باقی تمام مسلمانوں کو ذبح کر دیا گیا۔

اس اہم رپورٹ کو شائع اب پانچ ماہ سے زیادہ ہو گئے، لیکن اب تک نہ تو حکومت ایران نے اس کی تردید کی ہے اور نہ ہی کسی شیعہ لیڈر نے اس واقعہ کی مذمت کی ہے، دراصل شیعہ

رافضی اور ان کے امام خمینی کا مسلمانانِ عالم کے علی الرغم اسرائیل سے معاہدہ اور گٹھ جوڑ ہے کاش کہ خمینی اور اس کے پیروکار رافضیوں سے عالم اسلام متنبہ ہو جائے۔

فلسطین اور لبنان

فلسطین اور لبنان میں شیعہ ملیشیا اور دروز ملیشیا نے عیسائی اور یہودی تنظیموں کی امداد کرتے ہوئے مسلمان جدوجہد آزادی کو شدید نقصان پہنچایا، شام نے فلسطینی قائد یاسر عرفات کو قید میں ڈال کر قتل کی کوشش کی جو خوش قسمتی سے بچ گئے اور ان کے ایک معتمد ساتھی ان کی بجائے قتل ہوئے اور فلسطینی رہنماؤں کو بار بار دفعہ قید و بند میں ڈالا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں موجودہ علوی حکومت نے اسرائیل کا ساتھ دے کر مصر کو شکست فاش دی۔

ماضی کے واقعات سے یہ ثابت ہے کہ شیعہ تحریک کو کسی غیر اسلامی حکومت سے کوئی مطالبہ یا گلہ نہیں رہا ہے۔ انگریزی دورِ حکومت میں سیاسی تحریک خاموش رہی اور صرف امام باڑوں اور محرم کے دوران صحابہ کرامؓ پہ تبرا بازی کر کے امن و سکون کو برباد کرنے کا معاملہ کفارہ گناہ کے نام پہ جاری رہا۔

بھٹو دورِ حکومت میں اس تحریک نے دل کھول کر اس کا ساتھ دیا، اور بھٹو کی حکومت اور پارٹی کے نشان تلوار کو تلوار حسین سے جا ملایا۔ چونکہ بھٹو کے دور میں اسلام پہ اور علماء پہ دل کھول کر حملے کیے گئے اور اسلام کی تضحیک و توہین کی گئی، اور سوشلزم کا پرچار کیا گیا۔ تحریک نظامِ مصطفےٰ چلی صدر ضیاء الحق نے اسلامی نظام نافذ کرنے کا اعلان کیا، اس اعلان کے ساتھ ہی اس تحریک نے بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ، نفاذِ اسلام کی مزاحمت کی۔

جولائی ۱۹۸۰ء میں اہلِ تشیع نے اپنی فقہ نافذ کرنے کے لیے ایوان صدر اسلام آباد کا گھیراؤ کیا، اور مطالبات منوانے کے لیے خونی ڈرامہ سٹیج کیا گیا، لیکن معاملہ تدبیر اور فراست کی بنا پہ

خون آشام نہ ہونے پایا۔ اہل تشیع نے زکوٰۃ و عشر کے نفاذ میں مزاحمت کی، اور زکوٰۃ و عشر سے اپنے آپ کو مستثنٰی کرا کر ایک رکنِ دین زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ اور ضیاء الحق کی حکومت نے حکومت بچا لی۔ لیکن رکنِ دین زکوٰۃ کی نفی تسلیم کر لی۔

۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو اہل تشیع نے کوئٹہ میں ایرانی شیعوں کی مدد سے جلوس نکالا، مسلح بغاوت کی اور انتظامیہ کو اس ہنگامہ پر قابو پانے کے لیے فائرنگ کرنی پڑی جس سے ۲۲ آدمی مارے گئے اور ایرانی شیعہ بلوائیوں کو با عزت طریقہ سے ایرانی سرحد پر جا کر چھوڑنا پڑا۔

جنوری ۱۹۸۳ء میں کراچی میں مرکزی امام باڑہ لیاقت آباد سے سُنّی مسلمانوں پر فائرنگ کر کے خونی ہنگامے کا آغاز کیا اور بے پناہ نقصان ہوا۔ تلاشی پر امام باڑہ سے کافی تعداد میں ناجائز اور بیرونی اسلحہ برآمد ہوا۔ ۱۵ اپریل ۱۹۸۶ء میں کراچی میں ایک شیعہ لڑکی کا منی بس سے حادثہ کا بہانہ بنا کر درجنوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ۱۹۸۳ء میں ڈبہ ضلع جہلم میں کانفرنس میں حکومت کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۵ء تک عرصہ میں اس تحریک نے پورے زور و شور سے نفاذِ اسلام کو روکے رکھا اور ایرانی شیعہ مبلغین معہ خمینی کے لٹریچر کے سرِ عام پاکستان میں مخل رہے۔

اس طرح اس تحریک نے اسلام کی کامیابی سے مخالفت کی اور پاکستان میں نظامِ اسلام نافذ نہ ہو سکا۔

لُطف یہ ہے کہ اس خالص یہودی تحریک کو جو صرف اسلام کو مٹانے کے لیے معرضِ وجود میں آئی اسلام کا ایک فرقہ ماننے اور منوانے پر زور دیا جا رہا ہے اور فقہ جعفریہ جو خالص کُفر ہے اسلامی ملک پر نافذ کرنے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں، اور کمیشن بٹھائے جا رہے ہیں اور دوسرے ملکوں میں بھیجے جا رہے ہیں